© rasailojaraid.com

کباب شامی وخشکہ در اوصاف   چو داغِ عشق خوباں بادلِ صاف
نگہ شد سیر از سیر مزعفر   چو آں مفلس کہ یابد یک طبق زر[1] الخ
امیرانِ عظام از روی اعزاز   بہ پان وار گچہ گشتند ممتاز[2]

پان کی تعریف میں بہت سے اشعار نظم کئے گئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں کھرولی پان پسند کیا جاتا تھا اور خوش مزہ ہوتا تھا:

کھرولی ہای خوش رنگ ومعنبر   کہ مغز عیش شد از انہا معطر[3]

عطر اور خوشبو کی تعریف وتوصیف میں بھی بہت سے اشعار موجود ہیں:

قلم چوں کرد وصفِ ارگجہ سر   ورق شد چوں گلِ نسریں معطر
ز آبِ ارگجہ خواہی نخواہی   پیالہ حوض وبینی شد چو ماہی[4]

اس طرح شاعر نے دعا پر مثنوی ختم کر دی، اور آخر ہی میں اشعار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شاعر نے اتنی محنت اور لگن سے یہ مثنوی لکھی تو ضرور لیکن جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے وہ اتنا موقعہ نہ پا سکا کہ اسے بادشاہ کی نذر کر سکتا۔ اس افسوسناک حادثہ نے شاعر کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اس مثنوی کو جلا ڈالنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے کہ سو سال بعد کوئی چیز باقی نہیں رہتی، بادشاہوں کا جاہ وجلال، رعب ودبدبہ، شاہانہ کروفر سب خاک میں مل جاتا ہے، اسی طرح ایک دن فرخ سیر اور اس سے متعلق ہر چیز وقت کے ریت تلے دب کر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے اپنی مثنوی کو باقی رکھنے کا عزم کر لیا تاکہ اس کی مثنوی کے توسط ہی سے فرخ سیر کا نام باقی بچ جائے:

چہ گویم دل ازیں بیدار چوں شد   برنگ غنچہ نشگفتہ خون شد
بدل دادم قرارِ عہد پرور   کہ ایں اوراق را سوزم سراسر[5]

۱۔ مثنوی ص ۶۴   ۲۔ مثنوی ص ۶۵   ۳۔ مثنوی ص ۶۶
۴۔ مثنوی ص ۶۶   ۵۔ مثنوی ص ۶۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیثی در بخاری ہست مذکور — کہ اینجا حاصلِ او گشت مسطور
پس از صد سال کس باقی نماند — پیالہ بشکند ساقی نماند[1]

بیاران نسخہای مثنوی داد — کہ در بزم طرب آرند ازو یاد[2]

مثنوی کا اندازِ بیان اور زبان دونوں بہت ہی سادہ ہیں، نظامی کے سحر آفریں طرز کی تقلید کی گئی ہے جس میں میر بلگرامی بہت بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ عام فہم تشبیہوں، آسان استعاروں، رواں اور زوردار اندازِ بیان نے مثنوی کو بہت دلچسپ بنادیا ہے، شاعر چونکہ ترکی، عربی، ہندوستانی وغیرہ سے بخوبی واقف تھا اس لئے ان زبانوں کے الفاظ کثرت سے ملتے ہیں:

امامِ مثنوی گویان نظامی — زلالی زو درا قرار غلامی
چو در سحر آفرینی کرد آہنگ — پریدا ز روی سحر سامری رنگ
کلامم چون ادای مدعا کرد — باو در نکتہ سنجی اقتدا کرد[3]

میر عبدالجلیل بلگرامی کی یہ مثنوی دو وجہ سے اور بھی بہت اہم ہے، اس مثنوی سے اس زمانے کی فارسی زبان کے متعلق پتہ چلتا ہے کہ وہ کس حال میں تھی۔ صرف سرسری مطالعہ سے یہ آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب فارسی زبان میں ہندی، اردو، بھاکا وغیرہ کے الفاظ بلا تکلف اور کافی تعداد میں استعمال کئے جانے لگے تھے، اور ترکی کے وہ الفاظ جو مغل دربار میں بولے جاتے تھے عام طور سے لوگ انھیں فارسی میں بھی استعمال کرتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمیں اس مثنوی سے یہ تو معلوم ہوتا ہی ہے کہ اس زمانے کے رسم و رواج، کھانے وغیرہ کیا تھے لیکن یہ اندازہ بھی آسانی سے ہوجاتا ہے کہ مغل درباروں میں ان کی زندگی، ان کی تہذیب، تمدن اور زبان پر ہندوستانی عناصر نے کتنا اثر ڈالا تھا اور انھوں نے بھی اسے بہت بڑی حد تک اپنا لیا تھا۔

۱۔ مثنوی ص ۶۹ ۲۔ مثنوی ص ۶۹ ۳۔ مثنوی ص ۴۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کی سوانح حیات

از

جناب ڈاکٹر احسان اللہ خاں صاحب

اس کے قبل میں تحریر کر چکا ہوں کہ آموبہ سے انسان تک ارتقار کا ایک تسلسل پایا جاتا ہے اور یہ تسلسل ایسا ہے کہ دو قریب ترین اسپیز کے درمیان حد فاصل قائم کرنا کار محال ہے[1]۔ اس کی مزید وضاحت کے لئے میں یہاں پر انسان اور اس سے متعلق جانوروں پر روشنی ڈالوں گا اس سے ایک طرف تسلسل کی وضاحت ہو جائے گی اور دوسری طرف انسان جسے ایک خاص مقام دیا جاتا ہے اس کے صحیح مقام کا تعین ہو جائے۔

تحت الانسان اور ابتدائی انسان کو انسان نما بندر سے حسب ذیل تین خصوصیات کی بنا پر ممتاز کیا جاتا ہے:

چار پاؤں کے بجائے مسلسل دو پاؤں پر چلنا۔ دماغ کے حجم کا بڑا ہونا۔ پتھری اوزار (Tools) بنانا۔

اس قسم کا پہلا تحت الانسان جاوا میں پہلی مرتبہ انیسویں صدی کے آخیر میں ڈوبیس (Dubois)[2] نے دریافت کیا جس کو پتھک، نتھراپس ارکٹس (Pithecanthropus erectus) کہا جاتا ہے۔ یہ جسمانی بناوٹ میں انسان نما بندر سے مشکل ہی سے ممتاز کیا جا سکتا ہے مگر اس کے دماغ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حجم تقریباً 850 c.c. ہے اور دو پاؤں پر چلتا ہے جبکہ انسان نما بندر کا دماغی حجم تقریباً 600 c.c. ہے اور چار پاؤں پر چلتا ہے۔ جس چٹان کی تہ سے اس قسم کے تحت الانسان کی ہڈیاں ملی ہیں اس کو جاوا مین جیٹس تہیں (Djetis layers) کہا جاتا ہے۔ اس ارضی عمر کی چٹانیں ہندوستان، چین، یورپ، افریقہ اور امریکہ میں پائی جاتی ہیں (Khan)[3]۔ مگر اب تک جاوا کے علاوہ محض افریقہ ہی میں اس تحت الانسان جیسے فاسلس ملے ہیں اور یہ تحت الانسان جو اوزار بناتا تھا اس کو پری چیلین (Pre-chellen) کہا جاتا ہے۔ اور اس چٹان کی ارضی عمر 1.72 m. yrs بتائی جاتی ہے مگر تازہ تحقیق جو امریکہ میں ہوئی ہے اس کی بنا پر اس تخمینہ کے بارے میں شبہ کیا جا رہا ہے اور اندازہ ہے کہ اس کی ارضی عمر 1.56 m. yrs ہوگی (Everndon)[4] اس کے بعد جاوا ہی میں اس کے اوپر والی چٹان کی تہ میں جس کو ٹرینل تہیں (Trinil Layers) کہا جاتا ہے اسی تحت الانسان کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں ملی ہیں۔ ٹرینل تہوں کے ارضی عمر کے ایک اور تحت الانسان کی ہڈیاں اور کھوپڑیاں چین کی چٹان میں ملی ہیں جس کو پہلی مرتبہ بیسویں صدی کے شروع میں انڈرسن اور زڈانسکی (Anderson & Zdansky) نے چکوٹین (Chonkoutien) گاؤں کے قریب دریافت کیا جس کو بلیک (Black)[5] نے اور دوسری ہڈیوں کے ساتھ جو بعد میں اسی جگہ سے ملی تھیں جائزہ لے کر اس تحت الانسان کا نام سین انتھراپس پکینس (Sinan thropus Pekinensis) رکھا۔ یہ تحت الانسان آگ کا استعمال جانتا تھا۔ بعد میں جاوا اور چین کی تحت الانسانی ہڈیوں کے تقابلی مطالعہ کے بعد وڈنریچ (Weidenreich)[6] نے کہا کہ یہ دونوں تحت الانسان زیادہ قریب ہیں اگرچہ چین کے تحت الانسان کا دماغی حجم کچھ زیادہ ہے اور ویلیس (Vallous)[7] نے ان کو ایک ہی جینس (Genus) میں رکھا اور پہلا جزو (Generic) نام (Pithecanthropus) برقرار رکھا۔ جس قسم کے اوزار چکوٹین میں بناتا تھا ویسے ہی اوزار ہندوستان میں بھی ملتے ہیں (Khan)[8] مگر اس تحت الانسان کی کوئی ہڈی ابھی تک ہندوستان میں نہیں ملی ہے۔

بیسویں صدی کے ابتدا ہی میں شوٹنسیک (Schotensack) نے جرمنی میں تحت الانسان کے نیچے کا جبڑا دریافت کیا جس کو ہومو ہیڈل برجنسس (Humo heidelbergensis) کہا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جاوا مین ہی ہے۔

بیسویں صدی کے ابتدا میں اور بہت سے تحت الانسان کی ہڈیاں دریافت کی گئیں جو ہومو ہیڈلبرجنسس زیادہ ترقی یافتہ تھیں ان کو ورشو (Virchow) نے اس لئے ترقی یافتہ مانا کہ ان کی ہڈیاں اور ان کی کھوپڑی کی بناوٹ ترقی یافتہ ہیں۔ اور ان ہڈیوں کے ساتھ جو اوزار ملے وہ بھی ترقی یافتہ ہیں جن کو میسٹرین (Mousterian) کہا جاتا ہے۔ اس تحت الانسان کو پری نینڈرٹلین (Pre-neandertalian) کہا جاتا ہے[10]۔ ایسے اوزار ہندوستان میں بھی ملتے ہیں[11]۔

انیسویں صدی کے وسط میں نینڈرٹل (Neandertal) گھاٹی میں ایک تحت الانسان کی کھوپڑی ملی جو اب تک تحت الانسان کے جتنے نمونوں کا بیان ہو چکا ہے اس سے زیادہ ترقی یافتہ تھا لہذا اس کو ہومو نینڈرٹیلنسس (Homo neandertalensis) کہا جاتا ہے۔ بعد میں اس تحت الانسان کی بہت سی ہڈیاں اور کھوپڑیاں مختلف جگہوں سے دریافت کی گئیں لہذا اس کا کافی گہرا مطالعہ کیا گیا اور مختلف سائنسدانوں نے مختلف نام دیا مگر کنگ (King)[12] نے جو نام دیا تھا وہی مانا گیا۔ اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:

> یہ پستہ قد مگر مضبوط بناوٹ کا تھا۔ سر لمبا ہونے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی لمبا تھا مگر کھوپڑی چھوٹی تھی (تقریباً 1250 c.c.)۔ آنکھیں بڑی ہونے کے ساتھ ساتھ ابرو ابھرے ہوئے اور پیشانی دبی ہوئی تھی۔ ناک چوڑی اور اوپر کا ہونٹ موٹا ہونے کے ساتھ ساتھ چوڑا تھا۔ نیچے کا جبڑا مضبوط تھا مگر ٹھڈی پیچھے کی جانب دبی ہوئی تھی۔ پاؤں چھوٹے ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ خمدار تھے۔

یہ تحت الانسان تقریباً ایک ملین سال قبل سے چالیس ہزار سال قبل تک زندہ رہا اور اس نے جو اوزار بنایا اس کو میسٹرین (Mousterian) کہا جاتا ہے۔ اس نے جو اوزار ایجاد کئے تھے وہ ابتدا میں بھونڈے اور بڑے تھے مگر اپنے زندگی کے آخری ایام میں ان کو کافی ترقی دے کر ان کی شکل وصورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں خوبصورتی پیدا کی اور جسامت میں چھوٹے ہو گئے۔ اس تہذیب میں مردے کو دفن کرنے کا رواج تھا اور شاید زندگی اور موت کا تصور بھی موجود تھا۔[13]

مارسٹن (Marston)[14] نے سونکمی (Swanscombe) سے ایک کھوپڑی کا آخری حصہ دریافت کیا جو موجودہ انسان (Homo sapiens) سے زیادہ قربت ظاہر کرتا ہے اور دوسرے تحت الانسان سے مختلف ہے لہٰذا اس کو ما قبل انسان (Homo presapiens) کہا جاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ جو اوزار ملے ہیں وہ وہی ہیں جو اس زمانے کے تحت الانسان استعمال کرتے تھے جن کو اشلین (Acheulean) کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ فونٹیچویڈ (Fontechevade)[15] کے مقام پر ہنری مارٹن (Henri Martin) نے ایک ایسی کھوپڑی دریافت کی جو مارسٹن کے دریافت شدہ کھوپڑی سے بالکل مناسبت رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ جو اوزار ملے ہیں وہ ٹیاسین (Tayacian) کہا جاتا ہے اور اس قسم کے اوزار اس زمانے کے تحت الانسان استعمال کرتے تھے۔ ان تہوں کی ارضی عمر ایک ملین سال سے کچھ زیادہ ہے یہی وہ زمانہ ہے جب ہوموپری نینڈرٹلین (Homo - prenean dertalian) کا وجود مانا جاتا ہے

تقریباً پچاس ہزار سال قبل سے موجودہ انسان کے فاسلس ملنے شروع ہو جاتے ہیں اور ...... ایک سو سے زاید ڈھانچے اور دوسری ہڈیاں اس وقت تک دریافت کی جا چکی ہیں جب وہ دس ہزار سال قبل تک کی تہذیب گزار رہا تھا۔ اس کے فاسلس کے دریافت سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پچاس ہزار سال قبل سے دس ہزار سال قبل تک گوپھاؤں میں رہتا تھا اور کوئی آگ سے گھر نہیں بناتا تھا اور نہ اس نے اس وقت تک مٹی کا کوئی برتن بنانا سیکھا تھا۔ مگر وہ مختلف اقسام کے اوزار بناتا تھا جو مجموعی طور پر بلیڈ انڈسٹری (Industry of Blades) کہلاتی ہے مگر جن کی تین واضح تقسیمیں ہیں (Aurignacian Solutrean & Magdalenian) اوزار بنانے کے علاوہ اس نے اپنی اس چالیس ہزار سالہ تہذیب میں جانوروں اور انسانوں کی تصویر گری بھی کی۔ اگرچہ جانوروں کی تصویر گری میں اس نے اس دور میں کافی مہارت حاصل کر لی تھی اور اس زمانے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہترین تصویریں گوپھاؤں اور پہاڑوں میں ملتی ہیں مگر انسانی تصویریں خوبصورتی پیدا نہیں ہو سکی۔ ان تصویروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں کون سے جانور پائے جاتے تھے جن کا وہ شکار کرتا تھا۔ انسانی تصویروں میں عورتوں کی تصویریں زیادہ ملتی ہیں۔

اورگنیشین (Aurignacian)۔ اس قسم کے جو ابتدائی اوزار ہیں وہ مشکل ہی سے سٹرین (Mousterian) اوزار سے جس کو ہومو نینڈرٹلینس (Homo neandertalensis) استعمال کرتا تھا ممتاز کیا جا سکتا ہے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ہی ساتھ اس قسم کے اوزار قطعی طور سے ممتاز ہو جاتے ہیں جو عام طور سے چھوٹے اور موٹے ہونے کے بجائے پتلے اور لمبے ہونے لگے اور اسی زمانے میں پہلی مرتبہ بھونڈی قسم کی سوئی ملنے لگی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس انسان نے چمڑے کو پہننے کیلئے سی کر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا یہ تہذیب تقریباً پچاس ہزار سال قبل سے پچیس ہزار سال قبل تک تھی۔

سلوٹرین (Solutrean)۔ اس قسم کے اوزار زیادہ باریک ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے قسم کے پتھروں سے بنائے جاتے تھے اور اس زمانے میں ہرن کے سینگ اور ہاتھی کے دانت کا کام بھی عام ہو گیا تھا۔ اور اس زمانے میں پہلی مرتبہ ایسی سوئی پائی جانے لگی جس میں سوراخ بھی ہوتا تھا۔ یہ تہذیب تقریباً پچیس ہزار قبل سے پندرہ ہزار سال قبل تک تھی۔

میگڈیلین (Magdalenian)۔ اس قسم کے پتھری اوزار زیادہ بہتر ہونے لگے اور ان کو ایسا بنایا جانے لگا کہ ایک ہی پتھر کو کئی کام میں استعمال کیا جا سکے۔ ہرن کا سینگ اور ہاتھی کے دانت کے کام میں عمدگی پیدا ہو گئی اور ہرن کے سینگ سے کئی اقسام کے نوکدار بھالے بنائے جانے لگے اور سوئی کا استعمال عام ہو گیا۔ یہ تہذیب تقریباً پندرہ ہزار قبل سے دس ہزار سال قبل تک تھی۔

تقریباً دس ہزار سال قبل سے سات ہزار سال قبل تک جو تہذیب تھی اس میں جو پتھری اوزار بنائے جاتے تھے وہ زیادہ اچھے قسم کے تھے اور ان میں مثلث اور دوسری جیومیٹری شکل کے تھے جو اس کے قبل کی تہذیب میں نہیں پائے جاتے ہیں اور اس زمانے میں رنگ کا استعمال عام ہو گیا تھا لہٰذا اس زمانے میں رہنے والے انسانی گوپھاؤں میں رنگین تصویریں بھی ملتی ہیں اور اس کے علاوہ پتھری اوزار پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رنگین تصویریں اور پچی کاری کا کام ملنے لگا۔ اس تہذیب کو میسو لیتھک (Mesolithic)[16] کہا جاتا ہے۔

تقریباً سات ہزار سال قبل سے پانچ ہزار سال قبل کی تہذیب میں اس نے ایسے پتھری اوزار بنانا شروع کر دیا تھا جو گڑھ کر بنائے جانے کے بجائے رگڑ کر بنائے جاتے تھے اس طرح اس کے پتھری اوزار زیادہ چکنے اور تیز دھار دار ہوتے تھے اس کے علاوہ اس نے جانوروں کو پالنا شروع کر دیا تھا اور کاشتکاری شروع کر دی تھی اور باقاعدہ جھونپڑیاں بنا کر رہنے لگا تھا اور مٹی کے برتن بھی بنانے لگا تھا اور اس طرح چھوٹی چھوٹی آبادیاں میدانی علاقے میں دریاؤں اور جھیلوں کے کنارے شروع ہو گئی تھی۔ اس تہذیب کو نیو لیتھک (Neolithic)[17] کہا جاتا ہے۔

تقریباً پانچ ہزار سال قبل سے اس نے دھات کا علم سیکھا۔ ابتدا میں پیتل پھر تانبہ اور آخیر میں لوہے کا استعمال کرنے لگا۔ اس دور میں اس نے لکھنا بھی شروع کر دیا تھا مگر یہ لکھائی محض پتھروں یا دھاتوں پر ہوا کرتی تھی۔ اسی دور میں چین، ہندوستان، عراق اور مصر میں بڑی بڑی حکومتیں وجود میں آئیں۔

اس کے بعد اس نے کاغذ پر لکھنا سیکھا اور اس دور سے اس کی پوری تاریخ کتابوں کے ذریعہ دریافت ہوتی ہے تقریباً ایک صدی قبل تک انسان کی ابتدائی تہذیب کا علم محض کتابوں کے ذریعہ معلوم ہوا کرتا تھا مگر مندرجہ بالا تحریر سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اب انسان کی ابتدائی تہذیب کو دریافت کرنے کے اور بہت سے ذرائع ہیں

مندرجہ بالا معلومات کی بنا پر انسان کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پچاس ہزار سال قبل سے دس ہزار سال قبل کے تاریخی دور کو ماقبل تاریخ (Prehistory)۔ دس ہزار سال قبل سے تحریری تاریخی دور کو بعد ماقبل تاریخ (Proto history) اور تحریری تاریخی دور سے موجودہ دور تک کو تاریخ (History) کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ماقبل انسان اور تحت الانسان کی تاریخ کو بھی ماقبل تاریخ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان سب کی مزید وضاحت کے لئے ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے جو ان کی تہذیب کی وضاحت کے علاوہ انسان نما بندر۔ تحت الانسان اور انسان کا خاندانی شجرہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

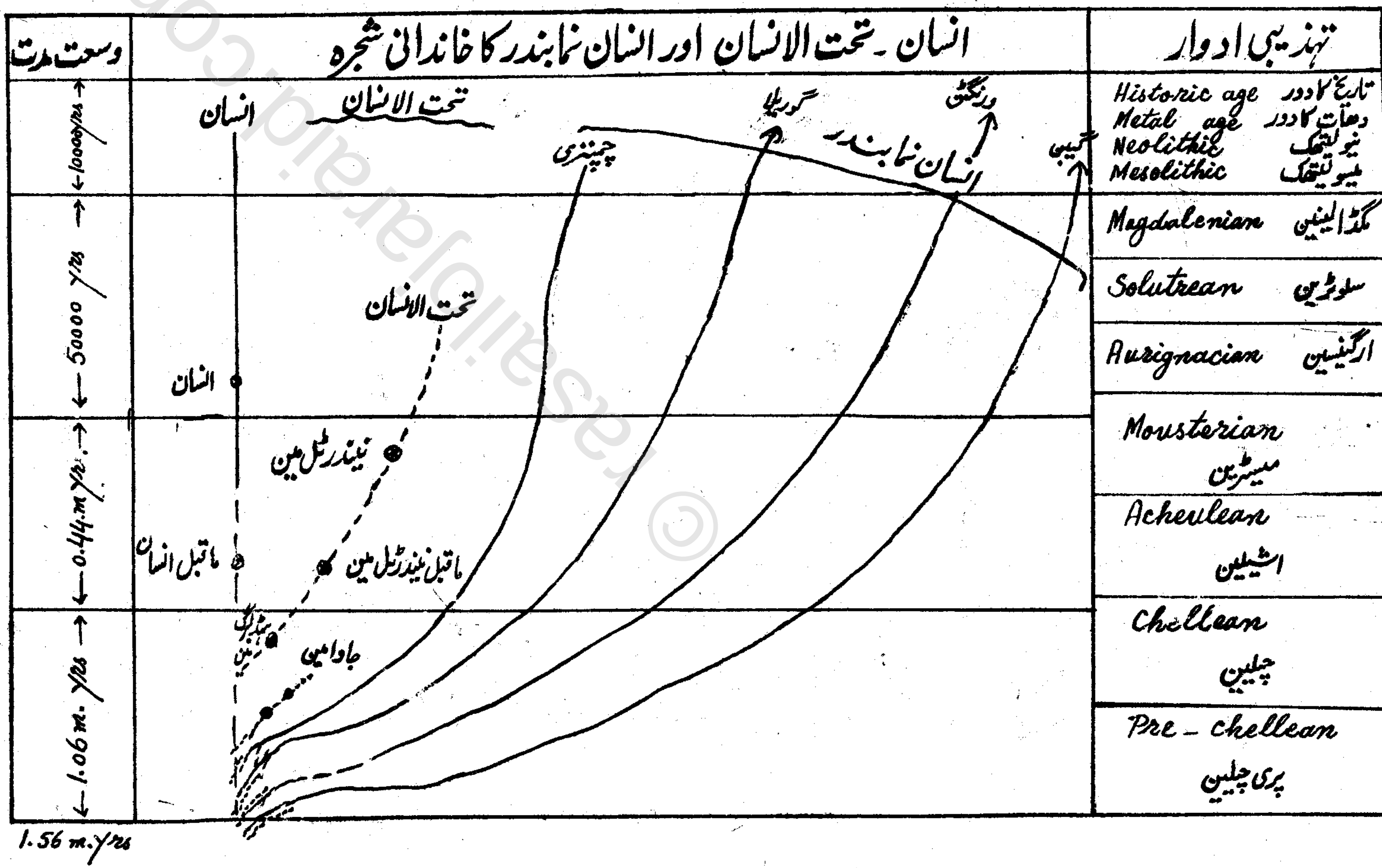

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تقریباً ڈیڑھ ملین سال قبل انسان نما بندر اور تحت الانسان میں جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے شکل سے امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ تحت الانسان کو محض دماغی حجم کے اضافہ اور دو پاؤں پر چلنے کے علاوہ کوئی دوسری خصوصیت انسان نما بندر سے ممتاز نہیں کرسکتی ہے۔ ایک ملین سال قبل تحت الانسان اور اس زمانے کے ماقبل انسان میں کوئی امتیاز نظر نہیں آتا ہے کیونکہ دونوں ایک ہی قسم کے پتھری اوزار بناتے تھے اور ایک ہی قسم کی زندگی گزارتے تھے۔ اگر کوئی خاص امتیازی خصوصیت ہے تو وہ محض دماغی ساخت کی بناوٹ میں ہے۔ پچاس ہزار سال قبل بھی انسان اور اس زمانے کے تحت الانسان دونوں ایک ہی قسم کے پتھری اوزار بناتے تھے اور ایک ہی قسم کی زندگی گزارتے تھے۔ مگر پچاس ہزار سال قبل اور چالیس ہزار سال قبل کی مدت میں انسانی برتری ابھر کر سامنے آئی اور اس نے اس دس ہزار سال کی مدت میں کافی ترقی کی اور اپنے پتھری اوزار میں نئے نئے ایجادات کئے۔ اس کے برخلاف تحت الانسان اپنے دقیانوسی پتھری اوزار پر قانع رہا اور اسی سے شکار کر کے زندگی گزارتا رہا اور بالآخر انسانی ایجادات کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور اس کی نسل ختم (Extinct) ہو گئی۔ اس کے بعد محض انسان ہی میدان میں رہ گیا اور مسلسل ترقی کرتا رہا۔ مگر ان میں وہی گروہ طاقتور رہا اور دوسرے پر اپنی برتری جتاتا رہا جس نے ہر دور میں زمانے سے بلند ہو کر علمی، فوجی اور تہذیبی میدان میں نئے نئے ایجادات کئے اور ان پر حکومت کی جو اپنے قدیم ایجادات اور سنہری دور ہی پر فخر کرتے رہے اور زمان و مکان سے بے نیاز ہو کر احیائے ماضی ہی پر پورا زور صرف کرتے رہے۔

REFERENCES

1. احسان اللہ — 1970، ماہانہ زندگی۔ رام پور۔ جنوری۔ جون

2. Dubois, E. — 1894, *Pithecanthropus erectus, eine menschenähnliche Übergangsform aus Java*. Batavia.

© rasailojaraid.com